اکائی: 2 شعر کے عناصر

اکائی کے اجزاء

2.1 مقصد

2.2 تمہید

2.3 عناصر شعر

2.4 شاعری میں زبان کا رول

2.5 شاعری میں اسلوب اور اس کی اہمیت

2.6 تین جامع نکات

2.7 شعر کے معنوی محاسن

2.8 شعر کے لفظی محاسن

2.9 چند مثالیں

2.10 نمونے کے امتحانی سوالات

2.11 فرہنگ

2.12 مطالعہ کے لیے معاون کتابیں

2.1 مقصد

اس اکائی کے مطالعہ سے طالب علم پر یہ حقیقت آشکارا ہوگی کہ شعر اور شاعری ایک مخصوص ترکیب کا نام ہے اور اس کے کچھ بنیادی اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں۔ اگر شعر کی ترکیب میں ان اجزاء کی کارفرمائی نہ ہو تو پھر وہ شعر حقیقی شعر اور مؤثر شاعری نہیں بن سکتا۔

2.2 تمہید

شعر و شاعری ایک اعلی ادبی کاوش کا نام ہے اور جس طرح کسی بھی ادبی کاوش کے کچھ بنیادی لوازم اور ضروری عناصر ہوتے ہیں اسی طرح اس نہایت بلند ادبی صنف کے بھی چند لازمی عناصر ہیں جن سے ترکیب پا کر شعری عمل مکمل ہوتا ہے اور شاعری وجود میں آتی ہے۔ انھی بنیادی شعری لوازم کو 'عناصر شعر' کہتے ہیں۔ ان شعری عناصر میں بعض اساسی اور بنیادی نوعیت کے ہیں جو بہ ہر حال شعری ترکیب اور ساخت کا ضروری حصہ ہیں جب کہ کچھ انھی اساسی نوعیت کے عناصر کے ذیل میں آتے ہیں جو گرچہ انھی بنیادی عناصر میں شامل ہوتے ہیں لیکن گاہے بعض پہلوؤں کی انفرادیت اور اہمیت کے پیش نظر انھیں الگ سے بھی بہ حیثیت عنصر ذکر کیا جاتا ہے۔

2.3 عناصر شعر

کوئی بھی علمی و فنی کاوش کم از کم دو چیزوں سے مرکب ہوتی ہے ایک مادہ اور دوسری ہیئت و صورت۔ لہٰذا ادب اور شعر کے لیے بھی ان دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ ان دونوں کے بغیر علم و دانش اور فکر و آگہی کی ترسیل اور منتقلی ممکن نہیں البتہ ادب و شعر کے لیے ایک تیسری چیز کی بھی ضرورت پڑتی ہے جسے لطف و لذت، دل چسپی اور ذائقہ و چٹخارہ کہہ سکتے ہیں۔ جب یہ ذائقہ مادے اور صورت دونوں کے ساتھ شامل ہوتا ہے تو بالخصوص وہ ادبی اور شعری ترسیل و منتقلی قرار پاتی ہے۔

شعر و ادب کا مادہ کوئی بھی موضوع یا مضمون ہوا کرتا ہے، جب کہ اس کی صورت و ہیئت وہ شکل ہوتی ہے جس میں اس مادے، موضوع یا مضمون کو پیش کیا جاتا ہے اور ذائقہ و چٹخارہ وہ چیز ہے جس کے ذریعہ قاری و سامع کو اس میں کشش اور دل چسپی محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح شعر و ادب موضوع بھی ہے اور زندگی بھی پھر وہ خود زندگی سے مستفاد اور زندگی کے لیے ہوتا ہے۔ زندگی کی یہ تعبیر فوٹو گرافی یا تصویر کشی جیسی کوئی مجرد صورت نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ ایک زندہ تعبیر کا نام ہے جس میں شاعر اور ادیب کے ذاتی تجربے اور مشاہدے شامل ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ ذاتی بھی ہے اور موضوعاتی بھی یا یوں کہیے کہ ادب کا مادہ موضوعاتی ہوتا ہے اور صورت ذاتی ہوتی ہے۔

مادہ اصلاً خود زندگی، اس کے مسائل اور کائنات اور اس کے حقائق کا نام ہے جو ہر ایک انسان کے سامنے پہلے سے موجود ہے۔ یہی وہ اصل مسالا ہے جس سے کوئی مضمون یا موضوع تشکیل پاتا ہے جب کہ باقی دونوں بنیادیں صورت و ذائقہ شاعر و ادیب کی اپنی ذہانت سے وابستہ ہوتی ہیں۔ ان کی صورت گری شاعر و ادیب کی اپنی صلاحیت پر منحصر ہے چناں چہ حیات و کائنات کے پورے مواد اور مسالے کے علاوہ شاعر و ادیب کا جو اپنا ذاتی اثاثہ ہوتا ہے اسے ہم چار ذیلی عناوین میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

1- عنصر عقلی   2- عنصر عاطفی   3- عنصر خیالی   4- عنصر فنی

1- عنصر عقلی:

اس سے مراد وہ افکار و تصورات ہیں جن کو شاعر یا ادیب موضوع کو متعین کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے اور انہی افکار و تصورات کو وہ اپنی ادبی

وشعری کاوش میں اجاگر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

2- عنصر عاطفی:

اس شعور، تڑپ اور کیفیت کو کہتے ہیں جسے کوئی موضوع یا مضمون شاعر وادیب کے دل میں برپا کرتا ہے اور جسے خود وہ اپنے قاری اور سامع کے یہاں بھڑکانا اور بیدار کرنا چاہتا ہے۔

3- عنصر خیالی:

یہ وہ خاص ملکہ ہے جس کی بہ دولت شاعر وادیب اپنے گرد وپیش میں بکھری ہوئی حیات وکائنات، ان کے حقائق ومسائل اور لوازم ومتعلقات کو اس گہرائی وگیرائی اور ژرف نگاہی سے دیکھتا ہے کہ اس کے سامنے وہ تمام اشیاء خواہ مرئی ہوں کہ غیر مرئی، محسوس ہوں کہ غیر محسوس اور مادی ہوں کہ معنوی مجسم نظر آنے لگتی ہیں اور وہ اپنے قاری یا سامع کو بھی اس لائق بنا دیتا ہے کہ وہ بھی ان مجسم حقیقتوں کو دیکھنے لگتا ہے اور اس کی نگاہوں کے سامنے بھی ان اشیاء کی تصویریں اور شکلیں پھرنے لگتی ہیں۔

4- عنصر فنی:

مذکورہ بالا عناصر اور شرطیں خواہ کتنی ہی ہمہ گیر اور وافر کیوں نہ ہوں یعنی حیات وکائنات کا مشاہدہ وتجربہ کیسا ہی قوی ہو، فکر وشعور اور خیال میں خواہ کیسی بھی پختگی اور جدت آفرینی ہوتا ہم اگر انھیں موثر، پرکشش اور دل فریب انداز میں برتا نہ جائے اور قاری وسامع کے سامنے مرتب انداز میں سلیقے سے انھیں پیش نہ کیا جائے تو بات نہیں بنتی۔ پیش کش کی اسی سلیقہ مندی کو عنصر فنی کہہ سکتے ہیں۔

اگر ان چاروں عناصر سے پہلے مادے کو بھی ایک عنصر تسلیم کرلیا جائے تو ان کی تعداد پانچ ہو جائے گی اور انھیں یوں بھی شمار کر سکتے ہیں:

1-حیات وکائنات 2- عقل 3- عاطفہ 4-خیال 5-فن

مذکورہ عناصر کے علاوہ ایک بلندتر اور معیاری شعر وادب کے لیے کچھ اور چیزیں بھی ضروری ہیں مثلاً وضوح، عمق اور سمو انھیں بھی سمجھنا ضروری ہے۔ کیوں کہ ان سے شاعری اور کلام میں تاثیر پیدا ہوتی ہے اور وہ ایک زندہ وجاوید کلام بن جاتا ہے۔ ان تینوں صفات کی وضاحت درج ذیل ہے۔

1- وضوح:

جب ادیب یا شاعر موضوع اور مادے کا حسن انتخاب کرتا ہے اور مضمون کو بامقصد انداز میں سلیقے سے ترتیب دیتا ہے پھر وہ اور اس کا قاری یا سامع بنیادی موضوع اور مضمون پر اس درجہ توجہ دیتا ہے کہ وہ ان کا نصب العین قرار پاتا ہے اور باقی تمام عناصر باہم پیوستہ اور ہر ہر جزء ایک دوسرے سے اس طرح ہم آہنگ اور وابستہ ہو جاتے ہیں کہ زندگی بغیر کسی شگاف، دراڑ اور ناہمواری کے ایک اکائی بن کر جلوہ گر ہو جاتی ہے، تو اسے وضوح، کلیئریٹی اور بے آمیزی کہتے ہیں۔

2- عُمق:

جب ادیب یا شاعر اپنے قاری اور سامع کو زندگی کا مفہوم سمجھا دے اور فکر وشعور کی دنیا سے اسے ہم آشنا کردے اور اس سلسلے میں وہ زندگی کے بدیہی مناظر اور محسوسات کو ہی موضوع گفتگو بنانے پر اکتفا نہ کرے بلکہ ان سے آگے بڑھ کر انفس وآفاق کے نادیدہ ماحول سے بھی وہ خود ہم آغوش ہو اور دوسروں کو ہم آغوش کرے اور ظاہر وباطن کے تفاعل وموازنے کے ذریعہ حیات وکائنات کے ان گوشوں سے نقاب اٹھا دے جنھیں ہم سر کی آنکھوں سے دیکھ پاتے ہیں نہ اپنے کانوں سے سن سکتے ہیں اور نہ انگلیوں سے چھو کر محسوس کر سکتے ہیں تو یہ گہرائی اور گیرائی ہوئی جو ادب اور شاعری کو دل کش بنانے کے

لیے نہایت ضروری ہے۔

3- سموّ:

جب ادب اور شاعری میں پیش کیے گئے اعلیٰ آداب واخلاق اور بلند انسانی قدریں قاری اور سامع کو اونچا اٹھانے لگیں اور ایسا محسوس ہونے لگے کہ پوری انسانی برادری زمان ومکان سے ماوراء اور حدود وقیود سے آزاد ایک ہی وحدت اور شیرازہ بندی کا نام ہے اور حیات وکائنات کی بلندیاں اس کے لیے مسخر ہیں تو اس وقت صحیح معنوں میں حجاب اٹھتا ہے اور نور بکھرتا ہے۔ یہ کیفیت بھی کسی اعلیٰ وارفع کلام کے لیے ضروری ہے۔ مذکورہ تینوں صفات مل کر کسی کلام کو زندگی اور جاودانی عطا کرتی ہیں۔

2.4 شاعری میں زبان کا رول

اگر چہ شاعری اور ادب کا بنیادی مواد اور مسالا حیات وکائنات ہے اور شاعر وادیب اپنے فکر وخیال اور شعور ووجدان سے انھیں استعمال میں لاکر فنی پیکر عطا کرتا ہے اور اس طرح ایک مخصوص پیرایۂ بیان کے ذریعہ وہ قاری وسامع تک منتقل ہونے کے قابل ہوتا ہے تاہم اس ترسیل اور انتقال کے لیے زبان کا وسیلہ ناگزیر ہے اور شاعر وادیب نیز قاری وسامع کے درمیان رابطہ کی واحد کڑی یہی زبان ہے لہذا کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح مذکورہ بالا تمام عناصر اور صفات شاعری کا لازمی حصہ ہیں اسی طرح زبان بھی شاعری کا ایک ناگزیر عنصر اور لازمی حصہ ہے۔ اور الفاظ کی ترتیب، سلیقۂ انتخاب اور حسنِ ترکیب وغیرہ کسی ادبی کاوش کو انجام دینے کے لیے اساسی وجوہری کام ہیں کیوں کہ فکر وخیال اور شعور ووجدان کی کما حقہ ترجمانی ایک نازک ذمہ داری ہے اور اس بار امانت کی منتقلی میں زبان کی نزاکتوں سے نبرد آزما ہونا ازبس ضروری ہے چناں چہ ادیب وشاعر محض حسب دل خواہ مضمون کے لیے زبان کو پالینے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ زیادہ سے زیادہ موثر اور کارگر زبان کے لیے سرگرداں رہتا ہے تاکہ وہ فکر وخیال کے ہر گوشے کو سامع وقاری تک پہنچا سکے۔

کچھ لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ ادب اور شاعری کی کوئی مخصوص زبان ہوتی ہوگی جب کہ بات یہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر ایک لفظ ادبی کاوش کا حصہ بننے کے لائق ہوتا ہے بس شرط یہ ہے کہ استعمال کرنے والا ادیب یا شاعر اسے موزوں ترین جگہ پر استعمال کرے چناں چہ جب وہ اپنی مناسب جگہ پر استعمال ہوجاتا ہے تو ایک مؤثر اور دل نشیں رول ادا کرتا ہے اور عبارت کو بارونق بنا دیتا ہے۔

شاعر کے شعر اور قلم کار کے قلم کا جب کوئی لفظ حصہ بنتا ہے تو وہ اس شاعر اور ادیب کی اپنی شخصیت سے توانائی پاتا ہے اور اس کی قدرتِ کلام اور زندہ دلی سے ایک گونہ قوت وتاثیر سے بہرہ مند ہوتا ہے چناں چہ شعری اور ادبی زبان مؤثر ہوجاتی ہے جو قلب کو گرما دیتی ہے اور روح کو تڑپا دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ شاعر اور ادیب زبان کے ایک ایک پہلو کو کام میں لانے کی سعی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے مقصد براری کے لیے زبان کی غنائیت اور موسیقیت کو بھی استعمال کرتا ہے اور اس کی تلوینی، تصویری اور تشکیلی صفت کو بھی بروے کار لاتا ہے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ شاعری یا کلام کوئی مصوری یا مطربی ہے بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ ادبی کاوش ایک ایسی لغوی ترکیب اور ساخت کا نام ہے جس کے اندر کچھ موسیقی کی بھی صلاحیت ہوتی ہے اور کچھ تشکیلی ہنر بھی، تاہم زبان کی یہ خوبیاں ایک ذریعہ اور وسیلہ کا درجہ رکھتی ہیں مقصد اور ہدف کا نہیں، چناں چہ شاعر وادیب دھنوں، سروں، زمزموں اور نغموں وغیرہ سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے البتہ اگر وہ صرف انھی پر انحصار کرلے گا تو پھر جادۂ ادب سے دور جا پڑے گا کیوں کہ ادب موسیقی نہیں ہے۔ اسی طرح ایک شاعر اور ادیب بارہا جذبات کو برانگیختہ کرنے اور معانی میں زور پیدا کرنے کی غرض سے بعض حسّی شکلوں کو بھی بہ روئے کار لاتا ہے مثلاً استعاروں کا استعمال کرنا وغیرہ لیکن ان کی بھی حیثیت محض خیالی ہوتی ہے پھر بھی اگر یہ چیزیں ضرورت سے زیادہ ہوجائیں تو بہ جائے اس ادبی کاوش کو نکھارنے کے اسے غیر موثر بنا دیں گی۔ اس لیے صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ ادبی کاوش ایک ایسی لغوی ساخت اور ترکیب کا نام ہے جس کے اندر زبان کے جملہ امکانات کو خواہ وہ

موسیقی کے امکانات ہوں یا تصویر کے، بڑی مہارت کے ساتھ برمحل اور موزوں انداز میں استعمال کیا جاتا ہے تا کہ اس سے سامع اور قاری زندگی کے کسی نئے تجربے سے ہم کنار ہوسکیں۔

2.5 اسلوب اور اس کی اہمیت

اوپر کی گفتگو کے بات ہم اب اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ زبان کو استعمال کرنے کا ہر ایک شاعر اور ادیب کا اپنا اپنا ڈھنگ ہوتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے ہر ایک کی اپنی الگ شخصیت ہوتی ہے۔ یہی اپنا مخصوص ڈھنگ، ڈھب اور انداز ہی خود شاعر اور ادیب کے لیے نمایندہ کا درجہ رکھتا ہے، اسی کو اسلوب کہتے ہیں گویا اسلوب ہی اصل شاعر یا ادیب ہے۔

اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ اسلوب میں تقلید کا گزر نہیں، نقالی اور حربے کو اسلوب نہیں کہا جاسکتا ہے کیوں کہ اسلوب شاعر اور ادیب کی خود اپنی شخصیت کا جلوہ ہوتا ہے۔ اگر اس کی شخصیت اپنی شخصیت ہے نقالی اور چربہ نہیں ہے تو پھر اس کا اسلوب بھی نقالی اور چربہ کیسے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا جو شعراء اور ادباء اپنی ادبی کاوشوں میں غیروں کے اسلوب کی نقالی کرتے ہیں حقیقتاً وہ اپنی نہیں دوسروں کی شخصیت کی ترجمانی کرتے ہیں اور دوسروں کی بنائی ہوئی پگڈنڈیوں پر پھرتے ہیں چناں چہ ان کی یہ کاوشیں چنداں وقعت نہیں رکھتیں۔

اسلوب کی جلوہ نمائی ظاہر و باطن ہر جگہ ہوتی ہے وہ مضمون میں بھی جھلکتی ہے اور عبارت میں بھی چمکتی ہے۔ محض ظاہر داری اور بیرونی شکل صورت کو ہی، جیسا کہ بعض لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں، اسلوب نہیں قرار دیا جاسکتا۔ بلاشبہ شاعر اور ادیب وہی الفاظ استعمال کرتے ہیں جنھیں ہم آپ استعمال کرتے ہیں اور تمام لوگ استعمال کرتے ہیں لیکن یہی الفاظ جو ان کے یہاں استعمال ہونے سے پہلے محض الفاظ تھے، کسی شخصیت کے ترجمان نہیں تھے، کسی کے طرف دار نہیں تھے مگر شاعر اور ادیب کے استعمال میں جاتے ہی وہ ایک شخصیت کے مالک اور ایک فکر کے ترجمان بن جاتے ہیں۔

بہ ہر حال شاعری یا ادبی کاوش کوئی معمولی اور سادہ سی چیز نہیں ہے، وہ زندگی اور گرد و پیش سے ضرور مواد لیتی اور مسالا تیار کرتی ہے تاہم وہ زندگی کا مفہومِ محض نہیں ہے اور نہ ہی وہ زندگی کی کسی ایسی فکر کا نام ہے جسے شاعری اور کلام کی مدد سے ہم سیکھتے ہیں بلکہ فی الواقع وہ ایک ہمہ گیر توانائی اور روشنی کا نام ہے جس سے زندگی بھر شعاعیں پھوٹتی رہتی ہیں اور اس میں اس درجہ تاثیر پنہاں ہوتی ہے کہ وہ کسی ایک قوم یا عہد کو ہی متاثر نہیں کرتی ہے بلکہ آنے والی تمام نسلوں اور پورے بنی نوع انساں کو متاثر کرتی ہے گویا وہ ایک ابدی کلام اور جاوداں پیغام بن جاتی ہے۔

پچھلے مباحث سے اتنی بات تو صاف ہوگئی کہ شاعری کے لیے جو ناگزیر شرطیں ہیں اور جو لازمی عناصر ہیں وہ ایک طرف حیات و کائنات ہیں تو دوسری طرف شاعر کی اپنی صلاحیتیں اور کوششیں پھر زبان کی موزوں و مناسب شمولیت اور اسلوب کی عمدگی اور ان تمام کے ساتھ وضوح، عمق اور سمّو جیسی اعلیٰ صفات کی موجودگی ہے۔

ان عناصر میں بعض ایسے ہیں جن کے نام ہمیں بس عربی ادب کے عہد جدید میں ہی پڑھنے اور سننے کو ملتے ہیں قدیم عربی لٹریچر ان الفاظ سے خالی ہے مثلاً عاطفہ، جو ایک اہم عنصر ہے لیکن اس لفظ کا استعمال بس جدید عربی ادب میں ہی دیکھنے کو ملتا ہے تاہم اس کے ہم معنی اور مشترک مفہوم رکھنے والے الفاظ پہلے بھی استعمال ہوتے رہے ہیں مثلاً ابن قتیبہ نے ''شعر الرغبة'' اور ''شعر الرهبة'' جسے الفاظ اپنی کتاب میں استعمال کیے ہیں اسی طرح ابن رشیق کی کتاب العمدۃ اور دوسرے اہم ادبی مراجع میں گرچہ یہ لفظ بہ نفسِ نفیس موجود نہیں ہے لیکن اس کے ہم معنی الفاظ سے یہ مراجع خالی بھی نہیں ہیں۔ اس لیے یہ لفظ تو بلاشبہ حدیث العہد ہے لیکن معنی حدیث العہد نہیں ہے۔ یہ ویسی ہی صورت حال ہے کہ جرمن ادب کے حوالے سے عام طور پر باور کیا جاتا ہے کہ وہ عشق و عاشقی سے بھرپور ہے لیکن پورے جرمن ادب میں لفظ عشق معدوم ہے۔

2.6 تین جامع نکات

ایک اور بات جس کی طرف اشارہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مذکورہ عناصر اور شرائط میں اگر ہم بہ وقت غور کریں تو ہمیں لگے گا کہ وہ تین کے عدد میں سما سکتے ہیں:

1- تخیل 2- صحیفۂ فطرت کے مطالعے کی عادت 3- تفحصِ الفاظ یا الفاظ پر قدرت

1- ان میں سب سے پہلی شرط یا عنصر تخیل ہے جسے انگریزی میں Imagination کہتے ہیں یہ خالص وہبی صلاحیت ہے اور ایک فطری ملکہ ہے جو محنت اور کوشش سے حاصل نہیں ہوتا ع

ایں سعادت بہ زور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

گویا یہ وہ ملکہ ہے جس کی شاعر ماں کے پیٹ سے اپنے ساتھ لے کر نکلتا ہے اور جو اکتساب سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر شاعر کی ذات میں یہ ملکہ موجود ہے اور باقی شرطوں میں جو کہ کمالِ شاعری کے لیے ضروری ہے کچھ کمی ہیں تو وہ اس کمی کا تدارک اس ملکہ سے کر سکتا ہے لیکن اگر یہ ملکۂ فطری کسی میں موجود نہیں ہے تو اور ضروری شرطوں کا کتنا ہی بڑا مجموعہ اس کے قبضے میں ہو، وہ ہرگز شاعر کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ تخیل ہی وہ طاقت ہے جو شاعر کو وقت اور زمانے کی قید سے آزاد کرتی ہے اور ماضی و استقبال کو اس کے لیے زمانۂ حال میں کھینچ لاتی ہے۔ وہ آدم اور جنت کی سرگزشت اور حشر و نشر کا بیان اس طرح کرتا ہے گویا اس نے تمام واقعات اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں اور ہر شخص اس سے ایسا ہی متاثر ہوتا ہے جیسا کہ ایک واقعی بیان سے ہونا چاہیے بلکہ اس میں یہ بھی طاقت ہوتی ہے کہ وہ فرضی اور معدوم چیزوں کو بھی ایسے معقول اوصاف کے ساتھ متصف کر سکتا ہے کہ ان کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے، جو نتیجے وہ نکالتا ہے ممکن ہے منطق کے قاعدوں پر وہ منطق نہ ہوتے ہوں لیکن جب دل اپنی معمولی حالت سے کسی قدر بلند ہو جاتا ہے تو وہ بالکل ٹھیک معلوم ہوتے ہیں۔

تخیل کیا ہے؟ عناصر کی بحث کے آغاز میں کسی قدر اس پر گفتگو ہو چکی ہے تاہم اس کی تعریف آسان بھی نہیں ہے اتنا جان لیں کہ وہ ایک ایسی قوت ہے کہ معلومات کا ذخیرہ جو تجربے یا مشاہدے کے ذریعہ سے ذہن میں پہلے سے مہیا ہوتا ہے، یہ اس کو مکرر ترتیب دے کر ایک نئی صورت بخشتی ہے اور پھر اس کو الفاظ کے ایسے دل کش پیرایے میں جلوہ گر کرتی ہے جو معمولی پیرایوں سے بالکل یا کسی قدر الگ ہوتا ہے۔

تخیل کا عمل اور تصرف جس طرح خیالات میں ہوتا ہے اسی طرح الفاظ میں بھی ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات شاعر کا طریقۂ بیان ایسا نرالا اور عجیب ہوتا ہے کہ غیر شاعر کا ذہن کبھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی ایک چیز ہے جو کبھی تصورات اور خیالات میں تصرف کرتی ہے اور کبھی الفاظ و عبارات میں۔ اس قوت کا ہر ایک شاعر کے اندر موجود ہونا گرچہ نہایت ضروری ہے لیکن اس کا عمل شاعر کے ہر ایک کلام میں یکساں نہیں ہوتا بلکہ کہیں زیادہ ہوتا ہے، کہیں کم ہوتا ہے اور کہیں محض خیالات میں ہوتا ہے، کہیں محض الفاظ میں۔

2- شاعری میں کمال پیدا کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ صحیفۂ کائنات اور بالخصوص نسخۂ حیات کا مطالعہ بھی نہایت غور سے کیا جائے۔ انسان کی مختلف حالتیں جو زندگی میں اسے پیش آتی ہیں، ان کو تعمق کی نگاہ سے دیکھنا، جو امور مشاہدے میں آئیں ان کو ترتیب دینے کی عادت ڈالنا، کائنات میں گہری نظر سے وہ خواص اور کیفیات مشاہدہ کرنا جو عام نگاہوں سے مخفی ہوں اور فکر میں مشق و مہارت سے یہ طاقت پیدا کرنا کہ وہ مختلف چیزوں سے متحد اور متحد چیزوں سے مختلف خاصیتیں فوراً اخذ کر سکے اور اس سرمایے کو اپنی یادداشت میں محفوظ رکھنا۔ غرض کہ یہ تمام باتیں ایسی ضروری ہیں کہ کوئی شاعر ان سے استغنا کا دعویٰ نہیں کر سکتا کیوں کہ ان کے بغیر قوت متخیلہ کو اپنی اصلی غذا جس سے وہ نشو و نما پاتی ہے، نہیں پہنچتی بلکہ اس کی طاقت آدھی سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ جتنے بڑے بڑے نام ور شاعر دنیا میں گزرے ہیں وہ کائنات یا فطرت انسانی کے مطالعے میں ضرور مستغرق رہے ہیں۔

3- ان الفاظ کی تلاش جن کے ذریعہ سے مخاطِب اپنے خیالات مخاطب کے روبہ روپیش کرتا ہے شاعری کے لیے نہایت ضروری ہے۔ شعر کی ترتیب کے وقت اول متناسب الفاظ کا استعمال کرنا اور پھر ان کو ایسے طور پر ترتیب دینا کہ شعر سے معنی مقصود کو سمجھنے میں مخاطَب کو کچھ تردد باقی نہ رہے اور خیال کی تصویر ہو بہ ہو آنکھوں کے سامنے پھر جائے اور مزید برآں اس ترتیب میں ایک جادو مخفی ہو جو مخاطب کو مسخر کرلے کمالِ شاعری کے لیے اساسی اہمیت رکھتا ہے چناں چہ شاعر اگر زبان کے اس ضروری حصے پر حاوی اور قادر نہیں ہے اور ترتیبِ شعر کے وقت صبر و استقلال کے ساتھ الفاظ کا تتبع اور تفحص نہیں کرتا تو محض قوت متخیلہ کچھ کام نہیں آ سکتی۔

مختصراً یہ کہ خیالات کو صبر و تحمل کے ساتھ الفاظ کا لباس پہنانا، پھر ان کو جانچنا اور تولنا اور ادائے معنی کے لحاظ سے ان میں جو کمی رہ جائے اس کو رفع کرنا، الفاظ کو ایسی صورت سے پرونا اور منتظم کرنا کہ صورۃً اگر چہ نثر سے متمیز ہوں مگر معنی اسی قدر پورے طور پر ادا کریں جیسے نثر میں ادا ہو سکتے ہیں۔

عناصر کے ذیل میں ہی شعری حسن کے معیار کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے لہٰذا اب ہم یہاں پر اختصار کے ساتھ اچھے شعر کی خوبیاں بیان کیے دیتے ہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ مذکورہ شرائط اور عناصر کو اگر بروے کار لایا جائے تو شعر کے اندر کس طرح کے لفظی اور معنوی محاسن پیدا ہو جاتے ہیں جو خود اپنے آپ ایک معیار کا کام دیتے ہیں۔

2.7 شعر کے معنوی محاسن

شعر کے معنوی محاسن میں اصل اور بنیادی چیز خیال ہے اسی خیال کے محاسن کو گویا ہم شعر کے معنوی محاسن باور کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1- اصلیت (خیال کی اصلیت)
2- سادگی (خیال کی سادگی)
3- بلندی (خیال کی بلندی)
4- باریکی و نازکی (خیال کی باریکی و نازکی)
5- جوش اور تڑپ (یعنی خیال کے ساتھ جوش اور تڑپ کا پایا جانا)

1- شعر میں خیال کی اصلیت سے مراد یہ ہے کہ جس چیز سے وہ خیال متعلق ہے اس کا وجود حقیقت میں ہو، یا عقل یا اعتقاد کی رو سے ممکن ہو یا مان لیا گیا ہو۔

2- خیال کی سادگی سے مقصود یہ نہیں ہے کہ وہ اس قدر عام اور سطحی ہو کہ ہر جاہل و عامی کی نگاہ بھی اس تک پہنچ جائے۔ بلند سے بلند اور باریک سے باریک خیال میں بھی سادگی ہو سکتی ہے۔ سادگی سے مراد یہ ہے کہ خیال میں پیچیدگی اور الجھاؤ نہ ہو۔

3- خیال کی بلندی سے یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی ایسی عجیب اور انوکھی بات کہی جائے جو عام آدمیوں کی سمجھ سے باہر ہو بلکہ خیال رکیک اور عامیانہ نہ ہو، بلکہ شریفانہ ہو اور جو جذبہ اس خیال سے وابستہ ہے اس میں حیوانیت نہ ہو انسانیت ہو۔

4- اس سے مراد یہ ہے کہ خیال سطحی نہ ہو بلکہ انسانی فطرت کے گہرے مطالعے اور کائنات کے وسیع مشاہدے کا نتیجہ ہو۔ سیدھی سی بات کو پیچ دے کے بیان کرنا، کوئی دور از کار استعارہ یا استعارہ در استعارہ استعمال کرنا، خلافِ قیاس مبالغے سے کام لینا خیال کی باریکی نہیں، طرزِ ادا کی پیچیدگی ہے، جو شعر کا حسن نہیں عیب ہے۔

5- اس سے مراد یہ ہے کہ خیال کے ساتھ جذبات بھی شامل ہوں۔ یہ صفت اگر خیال میں موجود نہ ہوگی تو باوجود تمام خوبیوں کے شعر ایک پیکرِ بے جان و روح اور ایک گلِ بے رنگ و بو رہے گا۔ خیال کتنا ہی سچا، سادہ، بلند اور باریک کیوں نہ ہو لیکن اگر اس میں تڑپ نہیں یعنی جذبات کی آمیزش نہیں تو وہ شاعرانہ خیال نہ ہوگا، حکیمانہ یا واعظانہ خیال ہوگا۔

اب شعر کے ان معنوی محاسن کے بعد لفظی محاسن بھی دیکھ لیں جو درج ذیل ہیں:

2.8 شعر کے لفظی محاسن

1- سادگی

2- اختصار

3- زور

4- مناسبتِ الفاظ

5- جدت

1- لفظی سادگی: شعر میں لفظی سادگی کا انحصار درج ذیل چیزوں پر ہے:

(الف) مشکل لفظ یا الفاظ استعمال نہ کیے جائیں۔ مانوس اور آشنا الفاظ استعمال کیے جائیں۔ کلام کی اس خوبی کو ''سلاست'' کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں سادگی کی پہلی شکل یہ ہے کہ الفاظ سلیس ہوں۔

(ب) شعر تعقیدِ لفظی سے محفوظ ہو یعنی لفظوں کی ترتیب قواعد زبان اور اصول بیان کے مطابق ہو چناں چہ اگر الفاظ کی تقدیم و تاخیر یا درمیانی گیپ کے سبب اصل معنی اور مفہوم پر شعر پورے طور پر دلالت نہ کر سکے تو یہ تعقیدِ لفظی کہلائے گی جس کی وجہ سے لفظی سادگی کا حسن غارت ہو جائے گا۔

(ج) شعر تعقیدِ معنوی سے پاک ہو یعنی مضمون کا کوئی ضروری جز و چھوٹ نہ جائے اور پہیلی کا سا طریقہ نہ اختیار کیا گیا ہو چناں چہ اگر مجاز و کنایہ کے استعمال کی وجہ سے معنی مراد خبط ہو کے رہ جائے تو اسے تعقیدِ معنوی کہیں گے اور اس سے شعر چیستاں و معما بن کر رہ جائے گا۔ لفظی سادگی مفقود ہو جائے گی۔

(د) کلام میں ایسی تشبیہات اور استعارات سے اجتناب کیا جائے جن تک ذہن بہ آسانی پہنچ نہ سکے کیوں کہ تشبیہ اور استعارے کا کام مطلب کو واضح کرنا ہے نہ کہ اس پر مزید پردے ڈالنا۔

(ہ) کسی غیر مشہور بات کی طرف شعر میں اشارہ نہ کیا جائے کیوں کہ اس سے سادگی جاتی رہتی ہے۔

2- اختصار: شعر میں اختصار سے مراد یہ ہے کہ کم سے کم الفاظ میں مطلب ادا کیا جائے۔ ضرورت سے زیادہ بات کو طول نہ دیا جائے البتہ اگر طول مناسبِ مقام ہو اور طول فضول نہ ہو تو وہ اختصار کے منافی نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی لفظ بے ضرورت اور کوئی فقرہ بے کار استعمال نہ کیا جائے۔

3- زور: شاعری جذبات کی تصویر کشی کا نام ہے اور جذبات مادی جسموں کی طرح مشکّل اور محدود تو ہوتے نہیں اس لیے انکی تصویر میں کچھ دھندلا پن، کچھ کمی رہ جاتی ہے، جسے سننے والا اپنے تخیل اور تصور کی مدد سے پورا کر لیتا ہے مگر جو چیز تخیل و تصور کو تحریک میں لاتی ہے وہ شاعر کے الفاظ اور ان کی بندش ہی میں موجود ہوتی ہے، اسی قوتِ تحریک کا نام زور ہے۔ شعر کے لفظوں میں یہ قوت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی شعر زوردار ہوگا۔

4- مناسبتِ الفاظ: اس کی دو صورتیں ہیں (1) لفظ کی مناسبت خیال سے (2) لفظ کی مناسبت لفظ سے

پہلی صورت کو بلاغتِ کلام کہتے ہیں جب کہ دوسری صورت فصاحتِ کلام میں داخل ہے۔

پہلی صورت کی مزید دو شکلیں ہیں ایک مناسبتِ آواز کے اعتبار سے دوسری معنی کے اعتبار سے اس طرح مجموعی طور پر مناسبتِ الفاظ کی تین شکلیں ہوئیں:

1- لفظ کی مناسبت خیال سے بہ اعتبار آواز

2- لفظ کی مناسبت خیال سے بہ اعتبار معنی

3- لفظ کی مناسبت لفظ سے (یعنی لفظ ایسے جمع کیے جائیں جن کو ادا کرنے میں زبان رکتی نہ ہو)

5- جدت: شاعری میں جدت کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً:

(الف) شاعر کسی خیال کو دوسروں سے زیادہ پُرزور یا زیادہ پُراثر انداز سے ادا کرے۔

(ب) منتشر خیالات کو کسی خاص ترتیب سے پیش کرے۔

(ج) دوسروں کے مبہم اور دھندلے خیالات کو واضح اور روشن کردے۔

(د) کوئی بات اس طرح بیان کرے کہ اس کا اثر دوسروں کے بیان سے مختلف ہوجائے۔

(ہ) پرانے خیالات کو اس طرح ادا کرے کہ وہ نئے معلوم ہونے لگیں۔

(و) فرسودہ مضامین کو یوں باندھے کہ ان میں تازگی کی کیفیت پیدا ہوجائے۔

مذکورہ تمام صورتوں میں کلام کو جدت کی صفت سے متصف سمجھا جاتا ہے۔

2.9 چند مثالیں

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شعر کے عناصر و شرائط اور اس کے محاسن پر مشتمل بہ طور مثال کچھ اشعار بھی نقل کر دیے جائیں۔ سب سے پہلے جذبات سے بھرپور، زور و قوت سے لبریز اور جوشیلی شاعری کی مثال کے بہ طور درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں یہ اشعار بشامہ بن حزن نہشلی کے ہیں:

1- إنّا بني نهشلٍ لاندّعي لِأبٍ عنهُ ولا هو بالأَبْنَاءِ يَشْرِينا

2- إن تبتدر غايةٌ يوما لمكرِمة تلق السوابق منّا والمصلينا

3- وليس يهلك منّا سيّد أبداً إلّا افتلينا غلاماً سيداً فينا

4- إنّا لنرخص يوم الروع أنفسنا ولونسام بها في الأمن أغلينا

5- بيض مفارقنا تغلي مراجلنا   نأسو بأموالنا آثار أيدينا

6- إنّي لمِن معشر أفنى أوائلهم   قيل الكماة ألا أين المحامونا

7- لوكان في الألفِ منّا واحد فدعوا   من فارس خالهم إياه يعنونا

8- ولا تراهم وإن جلت مصيبتهم   مع البكاة على من مات يبكونا

9- ونركب الكره أحيانا فيفرجه   عنّا الحفاظ وأسياف تُواتينا

1- ہم نہشل کے پوتے ، نہشل کے پوتے ہونے پر فخر کرتے ہیں اور نہشل ہمارا دادا ہونے پر فخر کرتا ہے۔

2- عزت اور برتری کی کسی حد تک ، گھوڑے دوڑائے جائیں سب سے آگے بڑھنے والے جب پاؤ گے تو بنی نہشل ہی کے گھوڑے پاؤ گے۔

3- ہم میں سے کوئی سردار جب تک کہ کوئی لڑکا اپنا جانشیں بننے کے لائق نہیں چھوڑتا ، دنیا سے نہیں اٹھتا۔

4- لڑائی کے دن ہم اپنی جانیں سستی کر دیتے ہیں مگر امن کے زمانے میں اگر ان کی قیمت پوچھیے تو انمول ہیں۔"

5- ہماری مانگیں (سر کی مانگیں) مشک کے استعمال سے سفید ہیں ، ہماری دیگیں مہمان کے لیے گرم ہیں ، ہمارا مال ہمارے مقتولوں کے خوں بہا کے لیے وقف ہے۔

6- میں اس قوم میں سے ہوں جس کے بزرگوں نے دشمن کے اتنا کہنے پر کہ کہاں ہیں قوم کے حمایتی اپنے کو نیست و نابود کر دیا۔

7- اگر ہزار میں ہمارا ایک بھی موجود ہو تو بھی جب یہ کہا جائے گا کہ کون ہے شہسوار تو اس کی اپنے ہی پر نگاہ پڑے گی۔

8- ہمارے لوگوں پر کیسی ہی سخت مصیبت پڑے ، ان کو اوروں کی طرح اپنے مقتولوں پر روتا نہ پاؤ گے۔

9- ہم اکثر ہولناک موقعوں میں گھس جاتے ہیں مگر حمیت اور تلواریں جنھوں نے ہم سے قول ہارا ہے ہماری سب مشکلیں آسان کر دیتی ہیں۔

ابن یحیی بن زیادہ مکروہات دنیوی کو بہ خوشی قبول کرنے کے باب میں کہتے ہیں:

ولما رأيت الشيب لاح بياضه   بمفرق رأسي قلت للشيب مرحبا

ولو خفت أني إن كففت تحيتي   تنكب عني رمت أن يتنكبا

ولكن إذا ماحل كره فسامحت   به النفس يوما كان للكره أذهبا

یعنی جب میں نے دیکھا کہ بڑھاپا میرے سر کے بالوں میں نمودار ہوا تو میں نے اس کو خیر مقدم کہا۔ اگر یہ امید ہوتی کہ وہ ایسا نہ کرنے سے ٹل جائے گا تو میں اس کے ٹالنے میں کوشش کرتا۔ مگر بات یہ ہے کہ مصیبت کے دفع کرنے کی تدبیر اس سے بہتر نہیں کہ اس کو بہ کشادہ پیشانی قبول کیا جائے۔

متمم بن نویرہ اپنے بھائی مالک کے مرثیے میں کہتے ہیں:

لقد لامنى عند القبور على البكا   رفيقي لتذرف الدموع السوافك

فقال ابتكى كل قبررأيته   لقبر ثوى بين اللوى والدكادك

فقلت له إن الشجايبعث الشجا   فدعني فهذا كله قبرمالك

یعنی میں جو قبرستان کو دیکھ کر رونے لگا تو میرے رفیق نے میرے آنسو جاری دیکھ کر مجھ کو ملامت کی کہ جو قبر یہاں سے بہت دور مقام لوی اور دکادک کے بیچ میں واقع ہے (یعنی قبر مالک) اس کے لیے تو ہر قبر کو دیکھ کر رو پڑتا ہے۔ میں نے کہا: اے عزیز! مصیبت مصیبت کی یاد دلاتی ہے پس مجھ کو رونے دے میرے نزدیک یہ سب مالک ہی کی قبریں ہیں۔

ان تمام مثالوں میں جیسا کہ ظاہر ہے بیان کی سادگی، اصلیت اور جوش وغیرہ سبھی کچھ بہ درجہ اتم موجود ہے۔

2.10 نمونے کے امتحانی سوالات

1- عناصر شعر میں مادے کی حیثیت کسے حاصل ہے؟ تفصیل سے لکھیے۔

2- کمال شاعری کے لیے تین بنیادی نکتے کون کون سے ہیں وضاحت کیجیے۔

3- اسلوب کی تعریف کیجیے اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالیے۔

4- شعر کے معنوی محاسن کیا ہیں؟

5- شعر کے لفظی محاسن کو اجاگر کیجیے۔

2.11 فرہنگ

لفظ	معنی
وضوح	وضاحت،(Clearity)
عُمق	گہرائی
سُموّ	بلندی
تفحّص	چھان پھٹک، تلاش وجستجو
محاسن	خوبیاں

2.12 مطالعے کے لیے معاون کتابیں

1-	النقد الأدبي	أحمد أمين
2-	تاریخ الأدب العربي	حنّا الفاخوری
3-	مقدمہ شعر و شاعری	مولوی الطاف حسین حالؔی
4-	ہماری شاعری	سید مسعود حسن رضوی ادیب
5-	البلاغة الواضحة	علی الجارم، مصطفیٰ أمين